مولانا محمد جعفر پھلواروی

قومی پرچم

اگر آپ موسم حج میں مکہ مکرمہ کی حاضری دیں تو آپ کو ایک خاص منظر ہر گلی کوچے میں نظر آئے گا۔ کہیں ایک اونچے ڈنڈے میں ایک لوٹا لٹک رہا ہے کہیں سرے پر چمن کا گلدستہ اوندھا رکھا ہوا ہے۔ کہیں چھتری آویزاں ہے۔ کہیں کچھ ہے کہیں کچھ۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ مکہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ جاتے ہوئے کسی ٹولی کا کوئی فرد اژدحام میں ادھر اُدھر ہو جائے تو اس نشان کو دیکھ کر اپنی ٹولی سے آملے۔ کہیں کہیں کسی رنگ کے کپڑے کو بلند کر کے بھی اپنی ٹولی کا نشان بنا لیتے ہیں۔ اور یہیں سے "علم" کا مفہوم پیدا ہوا۔ اسلام سے سیکڑوں سال پہلے بھی عَلَم کا رواج موجود تھا۔ مثلاً "درفش کاویانی" کاوہ ایک لوہار تھا جو کام کرتے وقت ایک پوستِ شیر کمر پر باندھ لیا کرتا تھا۔ اسی کھال کو جھنڈے پر لٹکا کر اس نے ضحاک سے بغاوت کی اور اس کی جگہ فریدوں کو بٹھا دیا۔ اس عَلَم کو درفشِ کاویانی کہتے ہیں۔ فتح کے بعد اس کو جواہر سے مرصع کیا گیا تھا۔

لفظ عَلَم کے متضمنات کی وجہ سے عَلَم کے کئی معانی ہو گئے ہیں۔

الف۔ عَلَم اونچا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے معنی پہاڑ اور منارہ بھی ہیں۔

ب۔ عَلَم کے معنی نشانِ راہ اور علامت بھی ہیں۔ کیونکہ متفرق افراد کو اس نشان کے ذریعے اپنے ٹولے کا علم ہو جاتا ہے۔

ج۔ عَلَم کے معنی سردارِ قوم کے بھی ہیں کیونکہ معنوی طور پر وہ اپنے گروہ میں اونچا ہوتا ہے۔ اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

عَلَم بمعنی جھنڈا یا پرچم کے مترادف الفاظ عربی میں لواء اور رایت ہیں لیکن قرآن میں ان تینوں میں سے کوئی لفظ بھی نہیں آیا ہے۔ صرف اَعْلَام کا لفظ آیا ہے۔ وہ بھی پہاڑ کے معنوں میں۔ جھنڈے کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں لیکن تاریخ وسیر اور احادیث میں اس کا ذکر بہت سے مقامات پر آیا ہے اور تینوں الفاظ۔ عَلَم، لواء اور رایت جھنڈے کے معنی میں بکثرت موجود ہیں۔

ہر قوم اور ہر حکومت کا ۔ بلکہ اب تو ہر پارٹی کا بھی ۔ ایک مخصوص جھنڈا ہوتا ہے اور اس کے خاص نشان یا نقش و نگار سے وہ پہچانا جاتا ہے کہ یہ فلاں حکومت یا فلاں پارٹی کا عَلَم ہے ۔ ہر جھنڈے کے اجزا یکساں ہی ہوتے ہیں ۔ یعنی ایک طویل ڈنڈا اور ایک کپڑا ۔ امتیاز پیدا کرنے والی چیز صرف وہ رنگ اور نقوش ہوتے ہیں جو کپڑے پر موجود ہوتے ہیں ۔

کوئی جھنڈا محض اپنے ترکیبی اجزا ۔ ڈنڈے، کپڑے اور نقوش کی وجہ سے کوئی واجب الاحترام شے نہیں ہوتا لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی واجب الاحترام تصور وابستہ ہو اور جھنڈے کو کسی تصور کی علامت قرار دے دیا جائے تو صرف اس انتساب کی وجہ سے وہ جھنڈا بھی واجب الاحترام ہو جاتا ہے ۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک گھر بنایا جائے تو وہ اپنے اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے صرف ایک گھر ہوگا ۔ اس میں کوئی مخصوص و ممتاز عظمت نہ ہوگی ۔ عام گھروں کی طرح وہ بھی ایک گھر ہوگا ۔ لیکن اگر اسے مسجد قرار دے کر ایک نماز بھی اس میں ادا کر لی جائے تو وہ ایک واجب الاحترام خانۂ خدا بن جائے گا اور اس کی بے حرمتی شعائر اللہ کی بے حرمتی ہوگی ۔ مسجد اپنی خاص شکل، مثلاً مینار اور گنبد کی وجہ سے مسجد نہیں ہوتی بلکہ عبادت گاہ ہونے کی وجہ سے واجب الاحترام ہوتی ہے ۔

پاکستانی جھنڈا اپنے اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے غیر مسلم حکومتوں کے جھنڈوں سے کچھ بھی مختلف نہیں لیکن اس کے ساتھ جو معنویت وابستہ ہے، دراصل وہ واجب الاحترام ہے ۔ اس جھنڈے کے پیچھے ایک تصور ہے اور وہ ہے ایک اسلامی مملکت کا تصور ۔ یہ جھنڈا محض سفید و سبز رنگ اور چاند تارے کا مجموعہ نہیں بلکہ اسلامی نظامِ مملکت کا ایک علامتی نشان ہے ۔ اسی لیے ہر پاکستانی کے لیے واجب الاحترام بھی ہے ۔ ہم نے اس تصور سے کہاں تک وابستگی پیدا کی ہے، اور کس حد تک پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کی کوشش کی ہے، یہ ایک الگ سوال ہے اور اس کا جواب خوشگوار نہیں ۔ لیکن اس میں قصور ہمارا ہے ۔ مملکت یا اس کے جھنڈے کا نہیں ۔ ملک تو اسی لیے بنایا گیا تھا اور اسی مقصدِ عظیم کے لیے یہ جھنڈا ایک علامتی نشان کے طور پر تجویز کیا گیا تھا ۔ عمل تو ہمارا کتاب اللہ پر بھی نہیں لیکن کون صاحبِ عقل مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن کوئی واجب الاحترام چیز نہیں یا نعوذ باللہ قرآن کی بے حرمتی روا ہے ؟

پاکستان اور ہر اسلامی ملک کا جھنڈا اس لیے قابلِ احترام ہے کہ وہ اسلامی نظریے کا

اور اہل اسلام کا ایک نشان ہے۔ اس کا احترام سارے ملک، ساری قوم اور ایک نظریۂ حیات کا احترام ہے اور اس کا تحفظ ملک و قوم اور اس کے تصور کا تحفظ ہے۔ لہذا اس کی اہانت پورے تصورِ قومی کی تذلیل ہے۔

جھنڈے کے وجود اور اس کی سربلندی و وقار اور تحفظ کا کوئی سراغ اگر ہمیں اسلامی تاریخ میں نہ ملتا تو ہمارے لیے یہ مسئلہ قابلِ توجہ نہ ہوتا۔ لیکن بحمداللہ اس کا پورا پورا سراغ ہمیں عہدِ نبوت میں بھی ملتا ہے اور بعد کی اسلامی تاریخ میں بھی۔

اس کی تشریح سننے سے پہلے ایک بات پیشِ نظر رکھنی چاہیئے۔ ہم جس جھنڈے اور اس کے احترام کا ذکر کر رہے ہیں وہ عام اور وقتی جھنڈا نہیں۔ یہ وہ خاص جھنڈا ہے جس کا تعلق ایک مملکت سے ہے۔ یہ جھنڈا اس وقت قائم ہوتا ہے جب کسی قوم میں مملکت و ریاست کا انداز پیدا ہو جاتا ہے مکی زندگی سے باہر آتے ہی نبوی دور زندگی میں اندازِ مملکت کا آغاز ہو گیا تھا اور اسی وقت سے ہمیں جھنڈے کا سراغ ملتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ پہنچنے سے پہلے جہاں سراقہؓ بن مالک بن جعشم حضورؐ کو گرفتار کر کے انعام حاصل کرنے کے لیے نکلے اور امان نامہ لے کر واپس ہو گئے، وہاں بریدہؓ بن حصیب اسلمی بھی اسی نیت سے نکلے تھے۔ مزید ستر آدمی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ حضورؐ کی باتیں اور آیاتِ قرآنی سن کر خود ہی گرفتارِ اسلام ہو گئے اور ان کے ستر ساتھی بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور اب یہ پورا قافلہ مدینے کی طرف چل پڑا اس وقت حضرت بریدہ اسلمی نے اپنا سفید عمامہ اتار کر اپنے نیزے کی انی میں ٹھونس کر بلند کر لیا یہ وہ پہلا جھنڈا تھا جو مدنی زندگی سے ذرا پہلے ہی فضا میں بلند ہوا۔ یہ سفید جھنڈا تھا جو گویا امن و سلامتی کا پیغام بن کر مرکبِ نبوت کے جلو میں چل رہا تھا۔ مکی زندگی میں کسی جھنڈے کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ یہاں مملکتی انداز نہیں پیدا ہوا تھا۔ لیکن مکہ سے باہر نکلتے ہی گویا ریاست کی بنیاد پڑ گئی تھی۔

اس کے بعد ہر غزوے میں اہلِ اسلام کے جھنڈے ضرور ہوتے رہے ہیں۔ جس جگہ وضاحت کے ساتھ کسی جھنڈے کا ذکر نہ ملتا ہو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ غزوہ بغیر جھنڈے ہی کے ہوا ہوگا۔ تو ایک فوجی ضرورت تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ میدانِ جنگ میں پھیلے ہوئے مجاہدین کو یہ علم ہوتا رہے

کہ ہمارا مرکز فلاں جانب ہے اور ہمارا علَم بردار امیرِ فوج اپنی جگہ ڈٹا ہوا ہے۔ جھنڈا اگر سرنگوں ہو کر گر پڑے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ امیر فوج مارا گیا اور اس سے مجاہدین میں شکستہ دلی اور مایوسی پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے اسلامی فوج نے ہمیشہ اپنے جھنڈے کو بلند رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ایک عَلَم بردار شہید ہوا تو فوراً دوسرے مجاہد نے لپک کر اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یہاں ایک نکتہ اور بھی یاد رکھنا چاہیے کہ غزوات میں صرف ایک ہی عَلَم رکھنا ضروری نہ تھا بلکہ مختلف گروپ کے مختلف جھنڈے بھی ہوتے تھے۔ اسے آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر بٹیلین یا فوجی دستے کے پاس اس کا اپنا جھنڈا ہوتا تھا۔

غزوۂ بدر میں چار جھنڈے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر عبدری کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا تیسرا حباب بن منذر کے ہاتھ میں تھا جو خزرجی انصار کے عَلَمبردار و امیر تھے۔ اور چوتھا حضرت سعد بن معاذ کے ہاتھ میں تھا جو اوسی انصار کے امیر لشکر تھے۔

غزوۂ اُحد میں مصعب بن عمیر ہی عَلَمبردار تھے۔

غزوۂ خیبر میں ایک جھنڈا حباب بن منذر کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں اور تیسرا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں۔ یہ جھنڈا ام المومنین عائشہؓ کے دوپٹے سے تیار کیا گیا تھا۔

خیبر کے بعد ہی غزوہ مؤتہ پیش آیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ یہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زید شہید ہوئے تو فوراً جعفرؓ نے عَلَم سنبھال لیا۔ وہ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ نے لپک کر عَلَم پکڑ لیا۔ یہ بھی شہید ہوئے تو ثابت بن اقرم نے عَلَم اٹھا کر بلند کیا اور آواز دی کہ مسلمانو! فکر نہ کرو۔ عَلَم میرے پاس ہے۔ تم جسے چاہو اسے امیر بنا کر یہ عَلَم اس کے سپرد کر دو۔ لوگوں نے کہا۔ ہم آپ کی امارت پر راضی ہیں۔ ثابت نے کہا۔ میں اس کا اہل نہیں۔ میری رائے میں خالد بن ولید زیادہ مناسب ہیں سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور ثابت نے عَلَم خالد کے سپرد کر دیا

فتح مکہ کے موقع پر ہر قبیلے کا ایک جھنڈا تھا۔ اسلم، غفار، مزینہ، ندیم، اسلم وغیرہ کے قبائل میں ہر قبیلے کا سردار اپنا جھنڈا لہراتا ہوا مکہ میں داخل ہوا۔

اس کے بعد انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ خزرجی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے گزرے۔ ان کی

ایک غلطی پر ان سے جھنڈا لے کر آنحضورؐ نے ان کے صاحبزادے قیس بن سعد کو دے دیا۔
سب سے آخر میں جیشِ نبوی داخلِ مکّہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش کے امیر اور عَلَم بردار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے اور سفید سرکش رفعت نبویؐ کا عَلَم حضرت زبیر بن عوام کے ہاتھ میں لہرا رہا تھا۔

یہ ہے ان جھنڈوں کی تفصیل جو عہد نبوت کے مشہور غزوات کی تاریخ میں ملتی ہے۔ کئی غزوات ایسے بھی ہیں جن میں جھنڈے کا ذکر نہیں ملتا لیکن جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے اس کا ذکر نہ ہونا جھنڈوں کی موجودگی کی نفی نہیں کرتا۔ ہر غزوے میں ہر جنگی چیز کا ذکر ضروری نہیں ہوتا۔ میدانِ جنگ میں جھنڈے کا جو مقصد اوپر بیان کیا گیا ہے وہ ہر ایک جنگ کے موقع پر یکساں طریقے پر موجود تھا۔ اس لیئے جھنڈے کے ذکر کو مقدر سمجھنا چاہیئے۔

عہد نبوی میں جھنڈوں کے صرف تین رنگوں کا پتہ چلتا ہے۔ سفید، سیاہ اور زرد۔ لیکن کسی عَلَم پر کسی خاص امتیازی نشان و نقش کا سراغ نہیں مل سکا۔ یہ باقاعدگی بعد میں ضرورۃً پیدا ہوئی۔ وہاں تو صرف مجاہدین کو اپنے مرکز سے آگاہ رکھنا مقصود تھا اور یہ کسی رنگ سے بھی حاصل ہو جاتا تھا۔

اب رہا طریقۂ احترام۔ تو اہل پاکستان کے لیے اپنے جھنڈے کی سربلندی اور اس کے تحفظ کے اظہار کے لیے ہر وہ طریقہ صحیح ہے جو اسلامی معاشرہ متعین کر دے اور وہ حدودِ شرعی سے متجاوز نہ ہو۔ اس کے احترام کے لیے خاموش کھڑے رہتے ہیں میرے نزدیک کوئی شرعی قباحت نہیں۔ اسے ہاتھ کے کسی اشارہ و انداز سے سلامی بھی دی جا سکتی ہے لیکن اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونا، یا اس کے آگے رکوع و سجود کرنا یقیناً شرعی حدود سے تجاوز ہے۔ بحمداللہ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ کسی چیز کے احترام کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا سراغ شریعت میں ملتا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کا احترام شرعی حدود کے اندر ہو۔

ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ جھنڈے کے وجود اور اس کی سربلندی و تحفظ کا سراغ عہد نبوی میں وضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے اپنے جھنڈے کا احترام ضروری ہے اور اس کی اہانت و تذلیل پورے ملک و قوم اور نظریۂ پاکستان کی بے حرمتی و بے توقیری کے مترادف ہے کیونکہ جھنڈے کا ادب و احترام دراصل اس تصوّر یا نظریے سے وابستہ ہے جس کا یہ جھنڈا ایک علامتی نشان ہے۔